© rasailojaraid.com

تعلیم اور فلسفہ تعلیم

آنحضور ﷺ کے ارشادات اور سیرت طیبہ کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر محمود الحسن عارف☆

ABSTRACT

Islam is a religion, based on the teaching of Allah, in the shape of Holy Quran, and the sayings of the Holy Prophet of Islam (PBUH). So the main idea of the article is to highlight the basic and fundamental educational Institutions and basic principles of the Islamic education.

The Holy Prophet of Islam was a best teacher in the history of mankind. He has said: "I have been sent by Allah as a teacher". He has taught, his companions the straight way of the life, with a kindness, sympathy and full attention the basic principles of Islam. The article gives some details of the education and the philosophy of the education adopted, by the Holy prophet of Islam (PBUH). It contains upon "the philosophy of the education in the early ages of Islam an explains the importance of the education of the Muslim women. It gives, some detail of the course work, and educational system adopted directly by the Holy prophet of Islam (PBUH) and his companions, especially in the region of Khulafai, Rashideen. As a whole it is a study of the Islamic education in the first century of Islam.

اس وقت دنیا اپنی تہذیب وتمدن کے ساتھ اکیسویں صدی عیسوی میں داخل ہو چکی ہے اور انسانی علم اور سائنسی ترقی اوج کمال پر ہے، مگر عالم اسلام ڈیڑھ ارب انسانوں پر مشتمل ہونے اور دنیا کے ۵۷ ممالک پر محیط ہونے کے باوجود سائنسی میدان ہو کہ تعلیم وتمدن کی دنیا، ہر ایک میدان میں اقوام عالم سے پیچھے ہے۔

اس کی وجہ یہ نہیں کہ خدانخواستہ اسلامی ممالک کے پاس وسائل کی کمی ہے، اس لیے کہ تیل (Oil) کی دولت سمیت پیداوار کے اکثر بنیادی وسائل پر سب سے زیادہ انہی کا کنٹرول ہے، مغربی ملکوں کے تمام بینک انہی کے سرمائے پر چل رہے ہیں، مگر جس چیز کی کمی ہے وہ محض ''جذبۂ صادق'' اور جذبۂ اخلاص ہے،

☆ صدر شعبہ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ جامعہ پنجاب، لاہور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علامہ اقبال فرماتے ہیں:

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈھ کر اسلاف کا قلب و جگر

تاہم اگر امت مسلمہ کو کہیں سے اسلاف کا قلب وجگر مل جائے، تو پہلا سوال یہ ہے کہ وہ اپنی قوم کی تعمیر نو کا آغاز کہاں سے کرے: کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اگر امت مسلمہ مل کر ایک ''ایٹم بم'' بنالے تو ان کے تمام مسائل حل ہو سکتے ہیں، اور پاکستان نے یہ قدم بھی اٹھا کر دیکھ لیا ہے، مگر صورت حال جوں کی توں، بلکہ پہلے سے بدتر ہے۔ ایک اور گروہ کا کہنا ہے، کہ امت مسلمہ کی کامیابی صنعتی ترقی میں مضمر ہے، کچھ مہربانوں کو کامیابی کا راز معاشی ترقی میں نظر آتا ہے...... لیکن صحیح اور سچی بات یہ ہے کہ جب تک امت مسلمہ اپنی ترقی اور بیداری کی ابتدا اسی مقام سے نہیں کرے گی، جہاں سے ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ابتدا کی تھی۔ اس وقت تک امت مسلمہ کی ترقی کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم میں جو پہلا حکم ملا تھا وہ ''اقرء'' (پڑھیے) کا تھا، لہٰذا موجودہ دور میں تعلیمی ترقی اور سو فیصد تعلیم کے بغیر نئی دنیا میں مسلمان اپنا مقام حاصل نہیں کر سکتے۔

اس میں شک نہیں کہ ہمارے دانشور تعلیمی اصلاحات کے نام پر بہت دور کی کوڑیاں تلاش کر کے لاتے ہیں، مگر بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے ان مہربانون کی سوچ اور فکر مغربی ہے، مگر ان کا ملک اور ان کی قوم مشرقی، وہ جن خیالات کا نفاذ چاہتے ہیں، وہ مغرب کی سرزمین پر پیدا ہوئے، مگر جہاں ان کا تجربہ کیا جارہا ہے وہ مشرق کی سرزمین ہے۔ اسی لیے تعلیمی دنیا میں جہاں ہم تقسیم ملک کے وقت کھڑے تھے، آج بھی شاید وہیں ہیں۔

اس بارے میں امت مسلمہ کی خوش نصیبی یہ ہے کہ ان کے پاس آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ ارشادات عالیہ کا سرمایہ موجود ہے، جن پر عمل پیرا ہونے سے آخرت تو سنورے گی ہی، دنیا میں بھی انقلاب آئے گا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں پہلی صدی ہی میں...... مسلمانوں نے اپنے تعلیمی افکار کو اتنی ترقی دے دی تھی کہ اس کے تحت مسلمانوں کے ہاں اعلیٰ پائے کے مدارس اور تعلیمی ادارے وجود میں آ گئے تھے...... اس دور کے تعلیمی افکار و نظریات کا مطالعہ ہمارے لیے بڑی بصیرت رکھتا ہے، یہ تعلیمی افکار و نظریات، جو پہلی صدی ہجری اور دوسری صدی ہجری میں پروان چڑھے، تفصیل اور وضاحت چاہتے ہیں اور یہ کسی بڑی کتاب کا موضوع ہیں، تاہم اختصار کے ساتھ، اس کے اہم نکات کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ مقاصد تعلیم

دنیا میں قدیم زمانے سے یہ بحث چلی آتی ہے کہ ''علم برائے علم'' یا ''علم برائے زندگی'' گو آج

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تک اس بحث کا فیصلہ نہیں ہو سکا، مگر عملاً دنیا میں ''علم برائے زندگی'' کا نظریہ ہی اکثر غالب و فائق رہا ہے اور اب تو یہ نظریہ بھی بوسیدہ اور از کار رفتہ ہو گیا ہے اور اس کی جگہ ''ڈگری برائے زندگی'' کا نصب العین مروج اور مقبول عام و خاص ہے۔ اس لیے کہ اب علم کی جگہ ''ڈگری'' نے اور استادوں اور کالجوں کی جگہ پرنٹنگ مشینوں نے لے لی ہے۔ جہاں سے صرف ڈگریاں چھپتی اور بکتی ہیں اور بس، اس لیے ہمارے زمانے میں ''پڑھے لکھے جاہلوں'' کی کثرت آنکھوں کو خیرہ کر رہی ہے۔

اسلام نے اپنے ماننے والوں کو ''علم برائے علم'' کا تصور عطا کیا۔ اور علم و عرفان کی جستجو کی ہدایت کی تھی، اسی لیے اسلام نے......درج ذیل مقاصد تعلیم اپنانے کی ہدایت کی ہے:

(الف) اخلاص وللّٰہیت

علم اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے اور انسانوں کے لیے علم ایک عطیہ خداوندی اور ایک اعزاز ہے، چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور ارشادات مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ طالب علم اور استاد دونوں کو بے غرضی اور مخلصی کا لباس پہن کر وادی علم میں اترنا چاہیے۔ بعد میں اگر کسی صاحب علم کو اس کے علم پر کوئی منصب یا عہدہ یا کوئی اور انعام مل جائے، تو اسے عطیہ الٰہی سمجھنا چاہیے، لیکن حصول علم کی تگ و دو ڈگری یا منصب کے حصول کے ساتھ وابستہ کر دینا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی صریحاً خلاف ورزی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

من سلک طریقاً یطلب فیه علما سلک الله به طریقاً الی الجنة (۱)

جو شخص علم سیکھنے کے لیے، اس کے راستے پر چلا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی طرف جانے والے راستے پر چلائے گا۔

بعض روایتوں میں یہ الفاظ آتے ہیں:

لم یاتیه الا لخیر یتعلمه او یعلمه (۲)

وہ مسجد میں بھلائی سیکھنے یا سکھانے کے مقصد کے سوا نہ آیا ہو۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ علم اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم الشان نعمت ہے اور جسے یہ دولت مل جائے اسے دنیا و آخرت کی ہر ایک نعمت مل جاتی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا (۳)

اور جسے حکمت (دانش علم) مل گئی اسے بہت زیادہ بھلائی مل گئی۔

اس لیے اس کی تحصیل ''بے غرض ہو کر کرنی چاہیے، چنانچہ متعدد مسلمان ماہرین تعلیم، بالخصوص قاضی ابن جماعہؒ، امام الغزالیؒ اور ابن عبدالبرؒ وغیرہ نے اسی بے غرضی پر زور دیا ہے۔ امام الغزالیؒ نے اپنی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کتاب احیاء علوم الدین میں علم کی آفتوں میں سے، سب سے پہلی آفت حصول منصب و جاہ کی خواہش کو قرار دیا ہے، امام غزالی فرماتے ہیں:

فمن المهمات معرفة العلامات الفارقة بين علماء الدنيا و علماء الآخرة نعني بعلماء الدنيا علماء السوء الذين قصدهم من العلم التنعم بالدنيا والتوصل الى الجاه والمتولة عند اهلها قال عليه السلام ان اشد الناس عذاباً يوم القيامة عالم لم ينفعه الله بعلمه .(۴)

پھر اہم ترین معاملات میں سے ایک یہ ہے کہ علمائے دنیا اور علمائے آخرت کے مابین فرق کرنے والی جو نشانیاں ہیں، ان کو جان لیا جائے۔ علمائے دنیا سے ہماری مراد علمائے سوء ہیں، جو اپنے علم کے ذریعے دنیوی عیش و عشرت اور منصب کا حصول اور لوگوں کے ہاں رتبہ چاہتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب اس عالم کو ہو گا جس کے علم سے اللہ نے کوئی فائدہ نہ پہنچایا ہو۔

۲۔ رضائے خداوندی کا حصول

علم چونکہ عطیہ خداوندی ہے اور اس کا چشمہ ''عرفان الٰہی'' کے مرکز سے پھوٹتا ہے، جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَآءَ.(۵)

وہ اللہ کی معلومات میں سے کسی شے پر دسترس حاصل نہیں کر سکتے، ہاں جس قدر وہ خود چاہے۔

ایک اور مقام پر فرشتوں کی زبان سے یہ کہلوایا گیا۔

سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ (٦)

اے اللہ تو پاک ہے جتنا علم تو نے ہمیں بخشا ہے، اس کے سوا ہم کچھ نہیں جانتے۔ بے شک تو ہی جاننے والا۔ حکمت والا ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوا ہے:

وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ...... (۷)

اور وہ (شکار) بھی حلال ہے جو تمہارے لیے ان شکاری جانوروں نے پکڑا ہو، جن کو تم نے سدھا رکھا ہو، اس طریق سے جو تم کو اللہ نے سکھایا۔

علاوہ ازیں قرآن کریم میں علم اور معرفت وغیرہ کے مادوں سے اللہ تعالیٰ کے کئی اسمائے مبارکہ کا ذکر آیا ہے، جن میں عالم (۸) علیم (۹)، نیز علام الغیوب، (۱۰) وغیرہ خصوصاً قابل ذکر ہیں۔ لہٰذا علم و عرفان کا راستہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا راستہ ہے، اس لیے تحصیل علم کے مقاصد میں سے ایک اہم ترین مقصد (Aim)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رضائے خداوندی کا حصول علم ہے، جو تحصیل علم کا سب سے اعلیٰ وارفع مقصد ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ...... علم کے اس مقصد پر بے حد زور دیا ہے۔ ایک حدیث نبوی میں ہے:

من تعلم علماً مما يبتغي به وجه الله لا يعلمه الا ليصيب به عرضاً من الدنيا لم يجد عرف الجنة يوم القيامة (١٠. الف)

جس نے وہ علم، جسے صرف اللہ کی رضا کے لیے حاصل کرنا چاہیے، کسی دنیوی غرض کے لیے حاصل کیا، وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔

ایک اور حدیث مبارک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

من طلب العلم ليماری به السفهاء وليبا هی به العلماء اوليصرف وجوه الناس اليه فهو فی النار (١٠.ب)

جس نے اس لیے علم سیکھا تا کہ اس سے بیوقوفوں سے مقابلے میں اظہار فخر کرے اور علماء سے مقابلہ کرے۔ یا اس لیے کہ لوگوں کی توجہ اس کی طرف مبذول ہو، تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

(۲) خوف وخشیت الٰہی

حصول علم کے مقاصد (Aims) میں سے ایک اور مقصد خشیت وخوف الٰہی کا حصول بھی ہے۔

اس لیے کہ علم اللہ تعالیٰ کے خوف وخشیت کے پیدا کرنے کا ذریعہ اور سبب ہے، جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا.(١١)

اللہ سے اس کے بندوں میں سے وہی لوگ ڈرتے ہیں، جو صاحب علم ہیں۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

العالم من يخاف الله (١٢)

عالم وہ ہے جو اللہ سے ڈرے۔

خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق ارشاد فرمایا تھا:

انا اعلمكم بالله وانا اتقاكم به .(١٣)

میں تم سب میں اللہ تعالیٰ کا زیادہ علم رکھتا ہوں، اور اس سے تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں۔

اور چونکہ انسانوں کی بڑائی اور فضیلت کا معیار اللہ تعالیٰ کا ڈر اور اس کا خوف ہے، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ (١٤)

بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لہٰذا خوف وخشیت الٰہی کا راستہ، جو تحصیل علم سے شروع ہوتا ہے، دراصل انسانوں کی فضیلت و برتری کا راستہ ہے۔ جس پر چل کر بندہ اپنے پروردگار کی رضا وخوشنودی حاصل کرسکتا ہے اور دنیا میں بڑائی اور برتری کا مقام ورتبہ پا سکتا ہے، لہٰذا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی رُوس سے یہ تعلیم کا اولین مطمح نظر ہے۔ اور یہ مطمح نظر ہر طالب علم کے پیش نظر ہونا چاہیے۔

(۳) سعادت وفلاح دارین:

نبی اکرم ''صلی اللہ علیہ وسلم'' دنیا میں جو دین لے کر تشریف لائے، اس کے ذریعے انسانیت کو یہ بتلا دیا گیا کہ اس دنیا میں انسان کی آمد کسی اتفاقی حادثے (Accident یا Incident) کا نتیجہ نہیں اور نہ ہی یہ بلا سوچے سمجھے زیر عمل لایا ہوا کوئی منصوبہ یا پروگرام ہے، بلکہ انسان کی اس تخلیق کے پیچھے ایک عظیم الشان ''مقصد'' کارفرما ہے...... جس کی وضاحت قرآن حکیم میں کئی مقامات پر فرمائی گئی ہے۔ سورۃ البقرہ میں قصہ تخلیق آدم وحوا میں ان کے دنیا پر اتارے جانے کے موقع پر حسب ذیل تبصرہ فرمایا گیا ہے:

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَo وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (۱۵)

ہم نے کہا تم سے یہاں سے اتر جاؤ پھر، اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے تو (اس کی پیروی کرنا)، سو جنہوں نے میری ہدایت کی پیروی کی، ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے اور وہ لوگ جنہوں نے اس کا انکار کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ دوزخ میں جانے والے ہیں اور ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

قرآن حکیم نے یہ بھی واضح فرمایا ہے کہ انسان (اور جن) ایسی مخلوق ہیں جو باقی تمام مخلوق کو چھوڑ کر احکام الٰہی کی مکلف (Responsible) اور ذمہ دار ہیں۔ ان میں اور باقی مخلوق میں فرق یہ ہے کہ تمام جانداران ان کے لیے پیدا کیے گئے ہیں، مگر انہیں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے تخلیق کیا گیا ہے...... تخلیق انسان کے اسی مقصد کی تکمیل کا نام ہی فوز وفلاح ہے، جس کی قرآن عزیز بار بار دعوت دیتا ہے، مثلاً

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا (۱۶)

جس نے اپنے نفس (روح) کو پاک رکھا وہ مراد کو پہنچا۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى (۱۷)

بے شک وہ مراد کو پہنچ گیا جو پاک ہوا۔

یہ تزکیہ جس پر قرآن حکیم نے انسانی نجات وفلاح کو مبنی قرار دیا ہے، تعلیم وتربیت کے اعلیٰ ترین مقاصد میں سے ایک ہے، جنہیں تعلیمات نبویہ اور انبیاء علیہم السلام کی قدسی تعلیمات کا ہدف قرار دیا جاسکتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھر کیا فلاح سے مراد صرف آخرت کی کامیابی ہے؟ ہرگز نہیں، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ موجودہ زندگی کا میدان ہو یا آنے والی زندگی کا کوئی گوشہ، دنیا کا کوئی مسئلہ ہو یا آخرت کا کوئی معاملہ، اسلام نے دونوں جہانوں کی کامیابی و کامرانی کو ہی اسلام کا مطمح نظر اور تعلیم اسلامی کا بنیادی مقصد قرار دیا ہے۔ اسی لیے سورۃ البقرۃ میں کامیاب و کامران لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے یہ فرمایا گیا ہے:

فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّقُوۡلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً وَّفِى الۡاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ o اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ نَصِيۡبٌ مِّمَّا كَسَبُوۡا (۱۸)

اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ پروردگار ہم کو دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا، یہی لوگ ہیں جن کے لیے ان کے کاموں کا حصہ (یعنی نیک اجر) تیار ہے۔

علاوہ ازیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور سیرت مبارکہ بذات خود اس بات کا واضح اور بین ثبوت ہے کہ دنیوی میں کامیابی و کامرانی کا حصول بھی مرد مومن کی زندگی کا اہم مقصد ہے، جس طرح کہ اگلے جہاں کی کامیابی و کامرانی ہر مسلمان کی تگ و دو کا اہم ترین ہدف ہے۔

مسلمانوں کو اپنے نظام تعلیم میں ہمیشہ اس مقصد کو پیش نظر رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے، اسی لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی حضرت زیدؓ بن ثابت، کو یہودیوں کی سریانی زبان (Syric) سیکھنے کی ہدایت فرمائی تھی، جس پر امام ترمذیؒ نے ایک مستقل باب ''ما جاء فی تعلیم السریانیہ'' (سریانی زبان کی تعلیم کے متعلق) قائم فرمایا ہے (۱۹) جس سے ان افقوں اور جہانوں کی نشاندہی ہوتی ہے جو مرد مومن کے پیش نظر رہتے ہیں۔

پھر علم چونکہ تسخیر کائنات کا ذریعہ اور سبب ہے، یہ اقوام عالم پر اخلاقی و علمی اور فوجی اعتبار سے برتری اور فتوحات کا دروازہ بھی کھولتا ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ آسمان پر کمندیں ڈالنے کا ذریعہ اور سیلہ بھی ہے، اسی لیے علم کا ہر باب مرد مومن کی ترکتازیوں کا میدان ہے اور علم کی ہر شاخ (Branch) تک رسائی مرد مومن کی صرف علمی اور فکری ذمہ داری ہی نہیں، بلکہ مذہبی فریضہ بھی ہے، کہ اس کے بغیر:

وَاَعِدُّوۡا لَهُمۡ مَّا اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ قُوَّةٍ وَّمِنۡ رِّبَاطِ الۡخَيۡلِ تُرۡهِبُوۡنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمۡ (۲۰)

اور جہاں تک ہو سکے (فوج کی جمعیت کے) زور سے گھوڑوں کے تیار رکھنے سے ان کے مقابلے کے لیے مستعد رہو کہ اس سے اللہ کے دشمنوں اور تمہارے دشمنوں پر ہیبت بیٹھے گی۔

جیسی آیات پر عمل کرنا ممکن ہو سکے، ...... اس اعتبار سے سائنس اور جدید ٹیکنالوجی کی اعلیٰ تعلیم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وتربیت کا حصول مقاصد شریعت کے عین مطابق ہی نہیں ، بلکہ اس کے احکام کی تعمیل وتکمیل کا احسن ترین ذریعہ بھی ہے۔

(۴) تزکیۂ نفس کا حصول

تحصیل علم کا ایک اور مقصد تزکیۂ نفس کا حصول بھی ہے۔تزکیہ کے لغوی معنی کسی شے کی طہارت و نظافت کرنے کے ہیں ،مگراس سے اصطلاحی طور پر مرادنفس انسانی کو رذائل یا گندے خیالات وافکار سے پاک وصاف کرنا اوراسے اعلیٰ ترین انسانی واخلاقی افکار سے مزین وآراستہ کرنا ہے، جونبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصد بعثت میں سے ایک ہے،ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كَمَا اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ آيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُوْنُوا تَعْلَمُوْنَ (۲۱)

جس طرح کہ منجملہ اورنعمتوں کے ہم نے تم تمہی میں سے ایک رسول بھیجا، جوتم کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کرسناتا اورتمہیں پاک بناتا ہےاور کتاب یعنی قرآن اوردانائی کی باتیں سکھاتا ہےاورایسی باتیں بتاتا ہے جوتم پہلے نہیں جانتے تھے۔

قرآن کریم میں اس حقیقت سے بھی لوگوں کو مطلع کیا گیا ہے کہ انسان کا نفس اچھے اور برے دونوں طرح کے خیالات کی آماجگاہ ہے۔اس میں قدرت نے تقویٰ کے خیالات بھی بھردیئے ہیں اور برائی کے جذبات واحساسات بھی۔اس کی مٹی میں سونا بھی ہےاورلوہااورتانبا بھی......ارشادتعالیٰ ہے:

وَنَفْسٍ وَمَا سَوّٰاهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰاهَا (۲۲)

اورقسم ہےانسان کی اوراس کی، جس نے اس کے اعضاء کو برابر کیا......پھراس کو برائی اور پرہیزگاری کی سمجھ دی۔

لہٰذا جب تک نفس کی اچھی طرح تطہیر اوراس کا عمدگی کے ساتھ تزکیہ نفس نہ ہواس کے اندر موجود صلاحیتیں اوراس کی خوبیاں اجاگر نہیں ہوسکتیں اور تعلیم وتربیت ہی ایک ایسا راستہ ہے،جس پر چل کر انسان اس منزل مقصود کو حاصل کرسکتا ہے۔جیسا کہ انبیاء علیہم السلام،خصوصاً ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی راستے پر چل کر انسانیت کو منزل مراد سے آشنا فرمایا۔

(۵) وسعت معلومات

پھرقرآن حکیم میں انسانوں کی تعلیم وتربیت کے جواعلیٰ ترین مقاصد بیان فرمائے گئے ہیں، ان میں سے ایک مقصد معلومات کا حصول اوران کی وسعت بھی ہے، جوانسان کے جستجو پسند ذہن کی تسکین وتشفی کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذریعہ ہے، اسی لیے قرآن کریم میں ارضیاتی سیاحت کی ترغیب دی گئی ہے، تاکہ انسانوں کی معلومات میں اضافہ ہو، ان کی فکر و نظر کی جولا نگاہ وسیع ہو اور وہ اپنے ماحول اور اپنے قبیلے کی حد بندی سے بالاتر ہو کر اعلیٰ انسانی اور اخلاقی افکار کو اپنا سکیں، چنانچہ ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

اَوَلَمۡ یَنۡظُرُوۡا فِیۡ مَلَکُوۡتِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰہُ مِنۡ شَیۡءٍ (۲۳)

کیا انہوں نے آسمان اور زمین کی بادشاہت میں اور جو چیزیں اللہ نے پیدا کی ہیں ان پر غور نہیں کیا۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

قُلۡ سِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَانۡظُرُوۡا کَیۡفَ بَدَاَ الۡخَلۡقَ ثُمَّ اللّٰہُ یُنۡشِئُ النَّشۡاَۃَ الۡاٰخِرَۃَ (۲۴)

کہہ دیجئے کہ تم ملک میں چلو پھرو، پھر دیکھو کہ اس نے کس طرح مخلوق کو پہلی دفعہ پیدا کیا ہے، پھر اللہ ہی پچھلی بار پیدا کرے گا۔

معلومات اور فکر و نظر کی یہ وسعت بندے کو آگے چل کر اعلیٰ ترین مقاصد حیات سے وابستہ کر دیتی ہے، جن کا سطور بالا میں ذکر کیا گیا ہے۔ الغرض اسی طرح اسلام نے تحصیل علم کی جدوجہد کو وقتی، فانی اور محدود، مقاصد سے اٹھا کر زندگی کے اعلیٰ ترین مقاصد سے مربوط بنا دیا ہے۔

(٦) نسل انسانی کی تہذیب اور اس کا فکری ارتقا

پھر چونکہ زندگی کے اعلی وارفع مقاصد کی تکمیل تحصیل علم کے بغیر ہونا ناممکن ہے اور تعلیم کی بنیاد پر انسان کا فکری اور تہذیبی ارتقاء ہوتا ہے۔ اسی لیے تعلیم کا حصول ہر فرد معاشرہ کی بنیادی ضرورت ہے، اسی لیے انسانی تہذیب کی خشت اوّلین تحصیل علم کی فرضیت پر استوار کی گئی ہے۔ اسی لیے وحی ربانی کی ابتداء ان پاکیزہ الفاظ سے ہوئی:

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ o خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ o اِقۡرَاۡ وَرَبُّکَ الۡاَکۡرَمُ o الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ o عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ (۲۵)

(اے محمد) اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھیے، جس نے عالم کو پیدا کیا، جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے بنایا۔ پڑھو اور تیرا پروردگار بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جس کا اس کو علم نہ تھا۔

یہاں اگرچہ اِقۡرَاۡ (پڑھیے) کا حکم نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تعلیم و تعلم کے ذریعے ہی دنیا میں انقلاب پیدا کیا ہے اور اہل علم اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس امت کے لیے کامل و مکمل نمونے اور اسوہ کی حیثیت رکھی ہے اور جو شے پیغمبر کے لیے لازمی ہے، وہ امت کے ہر فرد کے لیے بھی ضروری ہے، اس لیے یہ حکم دراصل امت کے ہر ایک فرد کے لیے ہے۔ اس طرح ہر ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا. (۲۶)

اور کہہ دیجئے کہ اے میرے پروردگار میرے علم میں اضافہ فرما۔

یہاں بھی امر کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے، جو اس بات کے بیان کے لیے ہے کہ علم کی نعمت میں اضافہ ہر مسلمان کے لیے مقصود و مطلوب ہے۔ علاوہ ازیں قرآن کریم کے بہت سے مقامات پر اِعْلَمُوْا (بصیغہ جمع۔ جان لو) استعمال کیا گیا ہے، مثلاً ایک مقام پر ارشاد مبارک ہے۔

وَاعْلَمُوْ اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ.(۲۷)

اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَاعْلَمُوْ اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ. (۲۸)

اور خوب جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش (کا ذریعہ) ہے

ان تمام مقامات پر، صیغہ امر (Order) استعمال کیا گیا ہے اور امر کا صیغہ وجوب و لزوم کے لیے ہوتا ہے، اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت کلمۂ لزوم سے فرمائی ہے۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

طلب العلم فریضة علی کل مسلم (۲۹)

علم کی تحصیل و جستجو ہر ایک مسلمان پر فرض ہے۔

یہاں اگرچہ شارحین حدیث نے ضروری اور غیر ضروری علوم میں کیا فرق کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ اس سے مراد اتنے علم کا حصول ہے جس سے فرد کی ذاتی زندگی کی ضرورت پوری ہو جائے، مگر قرآن کریم کی آیت اور حدیث نبویہ میں اس طرح کا کوئی فرق و امتیاز نہیں کیا گیا اور بلا تفریق مسلمانوں کو حصول علم کی ہدایت اور تلقین کی گئی ہے۔

پھر اس مضمون کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف موقعوں پر مختلف طریقوں سے واضح فرمایا، مثلاً فرمایا:

تَعَلِّمُو الْعِلْمَ و عَلِّمُوهُ النَّاس ...... (۳۰)

خود علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

تعلمو العلم وانتفعوا به ولا تعلموه لتجملوبه...... (۳۱)

علم سیکھو اور اس سے فائدہ اٹھاؤ اور اسے سیکھ کر اپنے آپ کو سجانے تک محدود نہ رکھو۔

یہ تمام کلمات اس بات پر شاید ہیں کہ علم کی تحصیل ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے اور چونکہ امر کا صیغہ وجوب ولزوم کے لیے ہوتا ہے، اسی لیے اس بات سے انکار ممکن نہیں ہے کہ یہ ہر مسلمان کی بنیادی ذمہ داری ہے.

۲۔ مدارج تعلیم

قرآن وسنہ کی نصوص پر غور وفکر کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے تعلیم کے دو مراحل رکھے ہیں:

1۔ بنیادی تعلیم

2۔ اعلیٰ تعلیم

(ا) بنیادی تعلیم (Elmentry/ Primery Education)

اکثر علمائے کرام کے نزدیک مذکورہ بالا قرآنی آیات واحادیث میں جس علم کی تحصیل کو ضروری اور فرض قرار دیا گیا ہے وہ ایسی تعلیم ہے جس کی ہر مسلمان کو روزمرہ کی زندگی میں ضرورت پیش آتی ہے، مثلاً توحید ورسالت کی موٹی موٹی باتوں کا علم، نماز، روزے، حج اور زکوٰۃ کے احکام اور پاکی وناپاکی وغیرہ کے ضروری مسائل سے واقفیت، اس کے علاوہ معاملات سے عہدہ برا ہونے کے لیے ایک ضروری حد تک علم، نیز زبان، اپنی تاریخ وثقافت، تقابل ادیان اور حساب خصوصاً علم الفرائض وغیرہ کی ابتدائی تعلیم۔ جسے ہم بنیادی تعلیم (Primery Education) کہہ سکتے ہیں اور چونکہ اس طرح کی تعلیم کا حصول اسلام میں فرض قرار دیا گیا ہے اور جو لوگ کسی فرض کو چھوڑتے ہیں وہ شریعت کی نظر میں مجرم ہیں، اس لیے حکومت وقت نہ صرف یہ کہ اس ابتدائی تعلیم کو لازمی قرار دے، بلکہ ایسے لوگوں کو سزا دینے کے لیے بھی قانون سازی کرے جو جان بوجھ کر اس بنیادی تعلیم سے بے بہرہ رہتے ہیں یا جو دنیوی منفعت کی خاطر اپنی اولاد کو تعلیم کی نعمت سے محروم رکھتے ہیں۔ اس سلسلے میں حضرت عمر فاروق ؓ کی خلافت کے زمانے کے ایک واقعے کو بطور نظیر پیش نظر رکھا جا سکتا ہے، جس میں مذکور ہے کہ حضرت عمر فاروق ؓ نے اپنے عہد میں ایک شخص کو اس بات پر مامور فرمایا تھا کہ وہ مختلف قبیلوں کا دورہ کرے اور لوگوں سے جا کر قرآن حکیم سنے اور جسے قرآن نہ آتا ہو اسے موقع پر سزا دے۔ (۳۲) علاوہ ازیں شریعت اسلامیہ نے جن امور کو لازم قرار دیا ہے ان کے متعلق قانون سازی کا اختیار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حکومت وقت کو حاصل ہے۔

الغرض اس بنیادی تعلیم کا حصول ہر مسلمان کا بنیادی مذہبی فریضہ ہے، اور اس کے ترک پر اسے سزا دی جاسکتی ہے۔

(۲) اعلیٰ تعلیم (Higher Education)

دوسرا مرحلہ اعلیٰ تعلیم (Higher Education) کا ہے، جس کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کریم میں ارشاد مبارک ہے:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ...... (۳۳)

اور یہ تو نہیں ہوسکتا کہ مومن سب کے سب نکل جائیں، تو یوں کیوں نہ ہو کہ ہر ایک جماعت میں سے چند لوگ نکل جائیں تا کہ وہ دین کا علم سیکھیں اور اس میں سمجھ پیدا کریں اور جب اپنی قوم کی طرف آئیں تو ان کو ڈرائیں، تا کہ وہ خود احتراز کریں۔

اور لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ (دین میں خوب سمجھ پیدا کریں) میں تفقُّه (باب تفعل) کے معنی اپنے مضمون میں خوب مہارت یا تخصص (Specialization) پیدا کرنے کے ہیں، امام راغب الاصفہانی لکھتے ہیں:

وفقه اذا طلبه فتخصص به ...... (۳۴)

اور تفقہ کا مطلب ہے جب وہ اس کو حاصل کرے تو اس میں خصوصیت حاصل کرے۔

اس مقام پر اپنے علم وبصیرت میں تخصص پیدا کرنے کی ہدایت فرمائی گئی ہے، جو علم میں اعلیٰ یا اونچا رتبہ حاصل کرنے کی کوشش کا دوسرا نام ہے اس لیے یہ آیت مبارکہ تعلیم کے اعلیٰ درجات کے حصول کے لیے بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے، چنانچہ اس حکم کو ''اصل'' بناتے ہوئے، دیگر شعبہ ہائے علم میں بھی تخصص (Specilization) پیدا کرنے کے لیے افراد کو مخصوص کیا جاسکتا ہے، اس سلسلے میں دوسری مثال حضرت زیدؓ بن ثابت کو یہودیوں کی زبانی سریانی (Syriac) سیکھنے کا حکم ہے جو زبان کے مسئلے میں تخصص پیدا کرنے کی ہی مثال ہے، علاوہ ازیں قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ...... (۳۵)

اے اللہ میرے علم میں اضافہ فرما۔

اور حضرت موسیٰ کا سفر کر کے اللہ کے نیک بندے کے پاس تحصیل علم کے لیے جانا، (۳۶) اسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سلسلے میں ایک اور مثال ہے۔

الغرض قرآن وسنہ کی یہ نصوص امت مسلمہ کو علم کی ان اعلیٰ چوٹیوں اور انتہاؤں کی جانب متوجہ کرتی ہیں جن میں مہارت بندوں کو کائنات کے سربستہ رازوں کے قریب لے جاتی ہے اور جن میں مہارت وتخصص کا حصول مردمؤمن کے لیے ان نت نئے جہانوں کو تسخیر کا سبب بنتا ہے جو اس کی ظاہری آنکھوں سے اوجھل ہیں۔ بایں ہمہ یہ اعلیٰ تعلیم (Higher Education) لازمی قرار دینے کے بجائے، اسے عوام کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے۔

(۳) علم کا ابلاغ:

پھر جس طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تحصیل علم کو ضروری اور لازمی ٹھہرایا ہے، اسی طرح آپؐ نے دوسروں کو تعلیم دینے کو بھی ضروری اور لازمی ٹھہرایا ہے، اسے قرآن کریم میں ''علم کا ابلاغ'' قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ ...... (۳۷)

اے پیغمبر جو ارشادات اللہ کی طرف سے تجھ پر نازل ہوئے ہیں سب لوگوں تک پہنچا دیجیے اور اگر ایسا نہ کیا تو تم اللہ کے احکام پہنچانے سے قاصر رہے۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لِیُبَلِّغْ الشَّاھِدُ الغَائِبَ ......(۳۸)

یہاں موجود لوگ میری طرف یہ باتیں یہاں غیر موجود لوگوں تک پہنچا دیں۔

مطلب یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان خود زیور علم سے آراستہ ہو جائے تو اس کا یہ اخلاقی اور مذہبی فریضہ ہے کہ وہ دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کی اس نعمت میں شریک کرے اور چونکہ ''علم و دانش'' اللہ تعالیٰ سب سے بڑی نعمت ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَمَنْ یُّوْتُ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْراً کَثِیْراً ......(۳۹)

اور جس کو حکمت (ودانائی) ملی تو بے شک اس کو بڑی حکمت ملی۔

اس لیے جس لوگوں کو اللہ تعالیٰ اس نعمت سے سرفراز کرتا ہے، ان کا یہ اخلاقی اور مذہبی فریضہ ہے کہ وہ اس نعمت کو دوسروں تک پہنچائیں...... اسی لیے حضرت ابو ہریرہؓ نے جو دربارِ نبوت سے تربیت یافتہ صحابی تھے، ایک موقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ ''اگر تم لوگ میری گردن پر، تلوار رکھ دو اور مجھے یقین ہو کہ میں اس وقت کوئی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایسی بات جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو، تم کو پہنچا سکتا ہوں، تو میں ضرور پہنچاؤں گا''۔(۴۰)

(۴) آداب تعلیم:

شریعت اسلامیہ نے ہر شعبۂ حیات کی طرح، تعلیم کے شعبہ کے لیے بھی بہت سے آداب مقرر کیے ہیں، ان آداب کا مقصد ان شعبہ ہائے حیات میں باقاعدگی پیدا کرنا ہے، ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) تحصیل علم میں مساوات (Equavility in Education)

ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو جو انقلابی اور عہد ساز ہدایات عطا فرمائیں، ان میں ایک ''تحصیل علم'' میں مساوات کا نظریہ بھی ہے جس کی رو سے حصول علم میں امت کا ہر شخص ایک جیسے حقوق و مراعات رکھتا ہے، اس مسئلے میں نہ تو کوئی بہتر ہے نہ کوئی کہتر، نہ کوئی برتر ہے اور نہ کوئی فروتر، اسے ہم مزید دو صورتوں میں بیان کرسکتے ہیں:

(الف) غریب اور امیر میں مساوات علمی:

آنحضورؐ جس زمانے میں تشریف لائے اس وقت دنیا میں عموماً اور سرزمین عرب میں خصوصاً طبقاتی کشمکش انتہائی عروج پر تھی۔ امرا کا طبقہ ہر قابل فخر شے کو اپنا حق منصبی سمجھتا تھا اور غرباء اور مساکین زندگی کی آسائشوں سے محروم رہتے تھے، مگر ہادی برحقؐ نے دنیا میں کہتر و مہتر، محمود و ایاز اور امیر اور غریب کو، جہاں زندگی کے دوسرے میدانوں میں ایک صف میں لا کھڑا کیا، وہاں تعلیمی دنیا میں بھی ان کے مابین مساوات قائم فرمائی، دونوں کو یکساں علمی مواقع مہیا کرنے کی تاکید کی اور امت کے سامنے خود اپنا اسوۂ مبارک پیش فرمایا۔

تفسیری روایات میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ قریش مکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوے اور انہوں نے آپ کی باتیں سننے پر اس شرط پر آمادگی ظاہر کی کہ آپ اپنی مجلس سے ان فقراء اور مساکین کو اٹھا دیں گے جو آپ کے پاس ہمہ وقت موجود رہتے تھے، مگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کی شرط کو قبول نہیں فرمایا گیا اور قرآن میں اعلان کردیا گیا:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَهٗ مَاعَلَیْکَ مِنْ حِسَابِھِمْ مِّنْ شَیْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِکَ عَلَیْھِم مِّنْ شَیْءٍ......(۴۱)

اے پیغمبر ان لوگوں کو اپنی مجلس سے نہ اٹھایئے جو اپنے پروردگار کو صبح و شام پکارتے ہیں، اس کی مرضی کے طالب ہیں۔ ان کے حساب (اعمال) کی جواب دہی تم پر نہیں اور تمہارے حساب کی جواب دہی ان پر کچھ نہیں۔

اسی طرح سورۂ کہف میں فرمایا:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَه‘ وَلَا تَعْدُ عَیْنَاکَ عَنْھُم ......(۴۲)

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھیے، جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں، اس کی خوشنودی کے طالب ہیں آپ کی نگاہیں ان سے گزر کر اور طرف نہ دوڑیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اہل علم وفضل کی قدر دانی کا انداز ملاحظہ فرمایئے کہ معاشرے کے کمزور طبقے یعنی مساکین سے محبت وشفقت کے اظہار کے لیے آپ فرماتے ہیں:

اللھم احْیِنی مسکینا وامتنی مسکیناً وابعثنی فی زمرة المساکین......(۴۳)

اے پروردگار تو مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھنا، مسکینی کی حالت میں وفات دے اور مساکین ہی کے زمرے میں مجھے زندہ کر کے اٹھانا۔

اس لیے آپ کے فیض تربیت یافتگاں کی طویل فہرست میں اکثریت انہی لوگوں کی ہے جنہیں معاشرے کا کمزور ترین فرد سمجھا جاتا تھا، جو اس صالح اور عظیم الشان تعلیمی مشن کی تکمیل کا عملی نمونہ ہیں، جو رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم لے کر دنیا میں تشریف لائے تھے اور کچھ ہی برسوں میں دنیا نے یہ عجیب منظر دیکھا کہ آپ کے فیض تربیت کے نتیجے میں ہر شہر میں تابعین کے زمانے میں علم کی مسند اعلیٰ پر وہی لوگ متمکن اور فائز تھے جنہیں موالی یعنی آزاد کردہ غلام کہا جاتا تھا۔ یا پھر ان کی اولاد اور دنیا نے دیکھا کہ ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیمی مساوات کے نظریئے کی برکت سے نہ صرف یہ کہ موالی کو معاشرے میں ان کا شایان شان مقام ملا، بلکہ ان کے سامنے بڑے بڑے شرفا اور رئیسوں کی گردنیں فرط عقیدت ومحبت سے جھکی ہوئی نظر آتی تھیں۔ (۴۳۔الف)

(ب) مردوزن میں تعلیمی مساوات:

اسلام سے قبل دنیا میں بالعموم، اور سرزمین عرب میں بالخصوص عورت کی ذات بدترین ظلم، زیادتی اور جہالت کا شکار تھی، اسے ہر میدان میں مردوں سے کم تر درجہ حاصل تھا، بعض قبائل میں تو لڑکیوں کو مصیبت سمجھتے ہوئے زندہ درگور تک کردینے کا رواج تھا، جبکہ عموماً وہ ہر قسم کے معاشی، معاشرتی اور علمی حقوق ومراعات سے محروم تھی، مگر اسلام نے ہر جگہ عورت کو یکساں حقوق عطا فرمائے اور صدیوں سے چلی آنے والی تمام بے ضابطگیوں اور زیادتیوں کا ازالہ کیا...... قرآن کریم میں ارشاد مبارک ہے:

وَلَھُنَّ مِثْلُ الَّذِی عَلَیْھِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ......(۴۴)

اور انہیں اسی طرح کے حقوق حاصل ہیں، جو ان پر (مردوں کے حقوق) ہیں، معروف طریقے پر۔

اسی طرح دینی فرائض واحکام کی تعمیل میں دونوں کو برابر کا درجہ دیا اور فرمایا:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اَنِّیْ لَا اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی بَعْضُکُمْ مِّنْ بَعْضٍ ...... (۴۵)

بے شک میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا، خواہ وہ عمل کرنے والا مرد ہو یا عورت، تم میں سے بعض بعض سے ہیں۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے فضیلت اور برتری کی بنیاد ''تقویٰ'' پر رکھی ہے، نہ کہ صنفی تقسیم پر، علاوہ ازیں عورت کی ماں ہونے کی حیثیت سے مزید حوصلہ افزائی یوں کی گئی کہ فرمایا:

الجنة تحت اقدام الامهات...... (۴۶)

جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔

دوسرے شعبوں کی طرح علم و آگہی کے میدان میں بھی اسلام نے انہیں یکساں حقوق عطا فرمائے ہیں، خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو اپنی ذات سے تعلیم و استفادہ کے خصوصی مواقع مہیا کر کے ایک عمدہ ترین مثال قائم فرمائی، معروف سیرت نگار ابن اسحاق نے اس ضمن میں یہ روایت نقل فرمائی ہے، وہ لکھتے ہیں:

اذا انزل القرآن علی رسول الله صلی الله علیه وسلم قراٗهُ علی الرجال ثم علی النساء......(۴۷)

جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم نازل ہوتا تو آپ پہلے اسے مردوں کے سامنے تلاوت فرماتے اور پھر عورتوں کے سامنے۔

علاوہ ازیں آپ کے دور میں خواتین نہ صرف نماز پنجگانہ میں باقاعدگی کے ساتھ مسجد میں حاضر ہوتیں، بلکہ نماز جمعہ اور نماز عیدین میں بھی ان کی شرکت ضروری تھی۔ یہ مواقع چونکہ اسلامی احکام کی تعلیم و تبلیغ کے تھے، اس لیے شادی شدی اور کنواری، حتیٰ کہ ناپاکی والی عورتوں کو بھی ان موقعوں پر حاضری کا حکم تھا، چنانچہ حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں:

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کنواری لڑکیوں، نوجوان عورتوں، پردہ داروں اور ایام والی عورتوں کو عیدین میں نکلنے کا حکم دیتے تھے''۔ رہی ایام والی عورتیں تو وہ نماز سے الگ رہتیں۔ البتہ مسلمانوں کی دعا میں شامل ہوتیں، ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر اس کے پاس پردہ کرنے کے لیے بڑی چادر نہ ہو تو؟ فرمایا وہ اپنے ساتھ والی عورت کی چادر سے پردہ کر لے''۔......(۴۸)

علاوہ ازیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہفتہ کے کچھ دن عورتوں کے لیے مخصوص کر رکھے تھے، چنانچہ بخاری شریف میں حضرت ابوسعید الخدریؓ سے روایت ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''خواتین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ پر مرد غالب آ گئے ہیں، لہٰذا آپ ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی دن مقرر فرما دیجئے، چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ایک خاص دن کا وعدہ کیا، جس میں آپ نے ان سے ملاقات کی، انہیں وعظ کہا اور انہیں احکام الٰہی سنائے''......(۴۹)

اس روایت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ان علمی مجالس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خصوصیت کے ساتھ عورتوں سے متعلق احکام و مسائل بیان فرماتے تھے۔ آپ بہت آہستہ آہستہ گفتگو فرماتے اور کوئی مشکل بات ہوتی تو اسے تین مرتبہ دہراتے تا کہ بات اچھی طرح سمجھ آ جائے (۵۰) اس اعتبار سے آپ کی ان مجالس کو ''مجالس درس'' (Lecture Meetings) کہا جا سکتا ہے۔

اسلام سے پہلے عورتوں میں علمی باتوں سے حجاب اور کنارہ کشی کا رجحان پایا جاتا تھا، مگر ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم صحابیات کی علمی مسائل میں اسی طرح حوصلہ افزائی فرماتے کہ انہیں تحصیل علم کی ترغیب ملتی اور وہ فطری شرم و حیاء کو برقرار رکھتے ہوئے......مسائل کی تعلیم حاصل کرتی تھیں۔ ایک روایت میں ہے:

''ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب کوئی بات سنتیں اور ان کو سمجھ نہ آتی تو وہ اس کے متعلق اس وقت تک آپ کی طرف رجوع کرتی تھیں (سوال و جواب کے ذریعے) جب تک وہ اس بات کو اچھی طرح نہ سمجھ جاتیں۔ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''جس کا حساب لیا گیا اسے ضرور عذاب دیا جائے گا'' حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ، کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَاباً يَّسِيْرا (پس اس سے جلد آسان حساب لیا جائے گا) فرمایا یہ تفصیلی حساب نہیں ہے بلکہ عرض (پیشی) ہے اور جس شخص سے حساب میں مناقشہ کیا گیا وہ ہلاک ہو گیا''...... (۵۱)

اس روایت سے واضح چلتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح خواتین کی علمی سرپرستی فرماتے اور ان سے کھلے دل کے ساتھ علمی مذاکرہ فرماتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے خواتین میں کچھ فطری حیاء بھی رکھی ہے، جو ان کے لیے مردوں سے اپنے خصوصی مسائل سیکھنے اور حصول علم کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہے، اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان عورتوں کی تعریف فرماتے تھے، جنہیں صنفی حیاء حصول علم سے مانع نہیں ہوتی تھی، یہ گویا دنیا بھر کی خواتین کے لیے پیغام تھا کہ محض عورت ہونے کی بنا پر دولت علم کے حصول سے محروم نہ رہیں، ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نعم النساء نساء الانصار لا يمنعهن الحياء ان يتفقهن فى الدين...... (۵۲)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انصاری عورتیں بہت اچھی ہیں، کیونکہ انہیں حیاء، دین میں تفقہ (سمجھ بوجھ) حاصل کرنے سے مانع نہیں ہے۔

اور ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ تفقہ عام سطح کے حصول علم کو نہیں، بلکہ علم کے کسی شعبے میں خصوصیت پیدا کرنے کو کہتے ہیں۔ اسی طرح آپ نے عورتوں کو بھی علم کے میدان میں تخصص اور مہارت پیدا کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ خصوصاً ان سے متعلقہ مسائل و معاملات میں۔ اس واقعے کا تذکرہ ایک اور حدیث میں یوں ملتا ہے کہ حضرت ام سلیمؓ نے خدمت اقدس میں عرض کیا:

''بے شک اللہ تعالیٰ حق بات سے حیاء نہیں کرتا۔ یا رسول اللہ کیا عورت پر، غسل واجب ہے، جب اسے احتلام ہو جائے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں اگر وہ پانی دیکھے (اُسے احتلام ہو جائے)، اس پر حضرت ام سلمہؓ نے اپنا چہرہ (بوجہ حیاء) ڈھانپ لیا اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ فرمایا ہاں، تیرا دایاں ہاتھ خاک آلود ہو، پھر کس طرح بیٹا اپنی ماں کے مشابہ ہوتا ہے''......(۵۳)

ان عہد آفرین اقدامات کا نتیجہ یہ نکلا کہ علامہ ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ عہد نبوی اور عہد خلافت راشدہ میں مردوں کے شانہ بشانہ بیس خواتین ''فتاوٰی'' جاری فرماتی تھیں......اور یہ بات مسلم ہے کہ فتوئی وہی صادر کر سکتا ہے جو صاحب اجتہاد ہو اور مجتہد ہونے کے لیے علم میں گہرائی اور بصیرت کی جو ضرورت ہے وہ کسی صاحب فکر و نظر سے مخفی نہیں۔ ایک خاتون شفاء بنت عبداللہ کے متعلق، جو حضرت عمر فاروقؓ کی عزیزہ تھیں، کتب حدیث و سیرت میں ہے کہ انہوں نے حضرت حفصہؓ کو لکھنا پڑھنا سکھایا تھا......(۵۴)

ایک روایت میں ہے کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں شہر کی منڈی میں خرید و فروخت کے بعض معاملات پر مامور کیا تھا۔(۵۵)

آپؐ کے ان اقدامات کا نتیجہ وسیع پیمانے پر فکری اور علمی شعور کی صورت میں ظاہر ہوا، جس کے صحیح نتائج کا اندازہ کرنے کے لیے ہمارے پاس کوئی ذریعہ موجود نہیں ہے۔ البتہ عہد نبوی اور عہد صحابہ کی تاریخ، ثقافت اور تہذیب میں ان خواتین نے جو کردار ادا کیا وہ مسلم تاریخ کا ایک سنہری باب ہے۔

اس دور کی مسلم خواتین کی فکری تعلیم و تربیت کا اس واقعے سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں پیش آیا۔ مسند احمد وغیرہ میں ہے:

''ایک دن حضرت عمرؓ بن الخطاب نے (اپنے وعظ میں) کہا تم لوگ عورتوں کے بہت زیادہ مہر نہ رکھا کرو، اس پر ایک عورت اٹھی اور اس نے کہا اے عمرؓ تجھے یہ حق حاصل نہیں ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاٰتَیْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَاراً (ای من ذهب)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اورتم نے کسی ایک کو(سونے کا) ڈھیر دیا ہو۔

اس پر حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا ''تمام لوگ حضرت عمر فاروق سے زیادہ فقیہ ہیں، حتیٰ کہ پردہ دار خواتین بھی......(۵۶)

علاوہ ازیں خواتین میں اپنے مسائل کے سلسلے میں اتنا فکری شعور پیدا ہو گیا تھا کہ وہ دینی مسائل کے متعلق خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مذاکرہ کرتی تھیں۔اوپر ام المومنین حضرت عائشہؓ کے متعلق ایسا واقعہ گزر چکا ہے۔اسی طرح کا ایک واقعہ ام المومنین حضرت حفصہؓ سے متعلق بھی مروی ہے، حدیث میں ہے کہ ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میں گمان کرتا ہوں کہ جو لوگ غزوۂ بدر اور صلح حدیبیہ میں شریک ہوئے وہ جہنم میں داخل نہ ہوں گے۔اس پر ام المومنین حضرت حفصہؓ نے عرض کیا۔کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا۔ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا (اورتم میں سے جو شخص بھی ہے وہ ضرور اس میں داخل ہوگا)، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تو نے یہ نہیں سنا کہ ارشاد باری ہے، ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا (پھر ہم اس سے ان لوگوں کو جو متقی ہیں، نجات دے دیں گے اور ظالموں کو اس میں چھوڑ دیں گے)۔(۵۷)

اور ظہار کے مسئلے میں ایک خاتون حضرت خولہ بنت ثعلبہ (زوجہ اوسؓ بن ثابت) کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مباحثے اور مذاکرے کا حوالہ تو خود قرآن حکیم میں بھی آیا ہے......(۵۸)

الغرض نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان علمی نے مسلم خواتین کو ایسا علمی اور فکری شعور پیدا کیا تھا، کہ وہ نازک سے نازک مسائل کا بخوبی ادراک کر سکتی تھیں۔

ایک ایسے وقت میں جب مغرب میں جہالت اور بے علمی کی گھٹا ٹوپ گھٹائیں چھائی ہوئیں تھیں، اور عورت کو ''انسان'' تک نہیں سمجھا جاتا تھا۔سلطنت مدینہ کی خواتین میں علمی اور فکری بیداری نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زندۂ جاوید معجزہ نہیں تو کیا ہے؟(۵۹)

(۲) اشاعت علم میں خاندان کی مرکزیت:

اسلام ایک دین فطرت ہے جو انسانوں کے فطری طور طریقوں کو نہ صرف یہ کہ جلا بخشتا ہے، بلکہ زندگی کے مختلف شعبوں میں ان سے بھرپور استفادہ کرنے کی ہدایت بھی کرتا ہے۔چنانچہ تعلیمی میدان میں خاندان کی اہمیت کا اظہار اور اس سے استفادے کا حکم بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔

بچے کا پہلا مکتب یا ابتدائی مدرسہ (Primery School) والدین ہیں۔اگر اس گھوارے سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تعلیم وتربیت کی ابتدا خوشگوار انداز میں ہوتو آئندہ زندگی پر اس کے اصلاحی اور تہذیبی اثرات پڑتے ہیں اور اگر اس کے خلاف ہوتو اس سے جو برے اثرات پیدا ہوتے ہیں، اس سے بھی انکار ممکن نہیں اور اس کا شکار پہلے ایک خاندان اور پھر پورا معاشرہ ہوتا ہے۔ اس مضمون کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے:(٦٠)

كل مولود يولد على الفطرة فابواه يهودانه او ينصّرانه اويمجسانه......(٦١)

ہر بچہ (دین) فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اس کو یہودی بنالیتے ہیں یا عیسائی یا مجوسی۔

وجہ یہ ہے کہ بچہ ایک خالی اور کورے ورق کی طرح ہوتا ہے، جس پر والدین یا معاشرہ جو چاہے ڈیزائن تحریر کرلے۔ اسلام نے والدین کو اس بات کا پابند کیا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو برے بھلے کی تمیز سکھائیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَاراً......(٦٢)

اے ایمان والو اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

جس کی واحد صورت یہ ہے کہ والدین اولاد کی بہتر تعلیم وتربیت کا بندوبست کریں، چنانچہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں میں اولاد کی اچھی تعلیم وتربیت سے بڑھ کر والدین کا اولاد کے حق میں کوئی اور تحفہ نہیں ہوسکتا، ارشاد نبوی ہے:

مانحل والد افضل من ادب حسن ...... (٦٣)

کسی باپ نے اپنی اولاد کو اچھے ادب سے بہتر کوئی ہدیہ نہیں دیا۔

اولاد کی تعلیم وتربیت کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عام حالات میں محبت وشفقت کا طریقہ اپنانے کی ہدایت فرمائی ہے اس لیے کہ اولاد کی تعلیم وتربیت کے لیے ان کی مار پیٹ کرنا یا ان کو سب دشتم کرنا ضروری نہیں، بلکہ تعلیمات نبویہ سے ان کی سخت ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ مار پیٹ اور زدوکوب سے بچوں کی ذہنی ساخت متاثر ہوتی ہے اور ان کی شخصیت ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوجاتی ہے۔ اسی لیے آپ نے ارشاد فرمایا ہے:

اكرموا اولادكم واحسنو ادبهم . (٦٤)

اپنی اولاد کا اکرام کرو اور ان کی عمدہ تعلیم وتربیت کا اہتمام کرو۔

اس ارشاد مبارک میں ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کو تعلیم وتربیت کے لیے نفسیاتی اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اخلاقی طریقے اپنانے کی ہدایت کی ہے، جس سے اولاد میں خود اعتمادی بھی بحال رہے اور ان کی تہذیبی اور اصلاحی پرداخت بھی مناسب طریقے پر جاری وساری رہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ''مولا بخش'' کے استعمال یا مار پیٹ سے بچوں کو تعلیم دینے کا جو سلسلہ مسلمانوں کی نسبت سے عالمگیر شہرت حاصل کر چکا ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ یا اسلام کی تعلیمات سے اسے دور کی بھی کوئی، نسبت نہیں ہے۔

خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مرد یا عورت، کسی بچے یا بڑے اور کسی نوکر یا خادم کو کبھی نہیں مارا اور نہ ہی اس کی اجازت عطا فرمائی۔ ایسے موقعوں پر جہاں دوسرے لوگ کسی کو مارنے کے درپے ہوئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت وشفقت کا ایسا مظاہرہ کیا کہ مخاطب ہمیشہ کے لیے آپ کا گرویدہ ہو کر رہ گیا، تاہم اگر والدین خصوصاً والد بچوں پر معمولی سا نفسیاتی دباؤ رکھے تو اس کے بہتر اثرات پیدا ہوتے ہیں چنانچہ ارشاد ہے:

ولا ترفع عنهم عصاک ادباً (٦٥)

اور تو ادب سکھانے کے لیے ان سے اپنا عصا مت اٹھا۔

پھر خاندان میں یوں تو لڑکے بھی شامل ہیں اور لڑکیاں بھی، لیکن چونکہ عورت کی گود بچے کی پہلی مادر علمی (دانش گاہ) ہے اور اس نے جو کچھ بننا ہوتا ہے اس کی بنیادیں یہیں سے اٹھتی ہیں، اس لیے اسلام میں بچیوں کی تعلیم وتربیت کی خصوصی طور پر تاکید فرمائی گئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین، پھر دو اور پھر ایک بیٹی یا بہن کی عمدہ تعلیم وتربیت اور بالغ ہونے پر مناسب گھرانوں میں ان کی شادی کرنے پر ان کے والدین کو اپنے ہمراہ جنت کی بشارت عطا فرمائی ہے......(٦٦) ایک اور موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی تعلیم وتربیت پر دوہرے اجر کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

''تین لوگوں کے لیے دوہرا اجر وثواب ہے: وہ اہل کتاب جو اپنے نبی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور وہ غلام جس نے اللہ تعالیٰ اور اپنے مالکوں کا حق ادا کیا اور وہ شخص جس کے پاس باندی ہو پھر اس نے نہایت عمدہ طریقے پر اسے ادب سکھایا اور اسے نہایت عمدہ تعلیم دی اور پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا''......(٦٧)

یہاں اگرچہ باندی کا ذکر ہے، لیکن اس سے علماء نے اپنی بیوی کی تعلیم وتربیت کا مفہوم بھی سمجھا ہے، چنانچہ امام بخاریؒ نے اس حدیث پر یہ عنوان قائم کیا ہے:

تعلیم الرجل امته واهله

مرد کا اپنی باندی اور اپنی بیوی کو علم سکھانا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جس پر حافظ ابن حجر نے یہ تبصرہ فرمایا ہے:

''اس لیے کہ آزاد بیوی کو اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ فرائض اور اللہ کے رسول کی سنتوں کی تعلیم دینے کی طرف متوجہ ہونا، باندیوں کی نسبت توجہ دینے سے زیادہ تاکیدی امر ہے''......(۶۸)

اور اگر بیوی یا باندی کو تعلیم دینے پر یہ اجر ہے، تو اپنی بیٹی یا بہن کی تعلیم و تربیت پر کتنا اجر و ثواب ہو گا، اس کا خود اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی خصوصی تعلیم و تربیت ہی کے پیش نظر اپنی ازواج مطہرات کی خصوصی تربیت فرمائی، اس لیے کہ عورتیں اپنی نسوانی شرم و حیاء کے باعث مردوں سے اپنی صنفی مسائل و احکام پوری طرح نہیں سیکھ سکتی تھیں۔ اس لیے آپ نے ازواج مطہرات کو اس کے لیے ایک واسطہ بنا دیا۔

چنانچہ ازواج مطہرات کے پاکیزہ گھرانے عہد نبوی میں عورتوں کے تعلیمی اور تربیتی اداروں کی حیثیت حاصل کر چکے تھے۔ یہاں دینی احکام حاصل کرنے اور مسائل سیکھنے کے لیے آنے والی عورتوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ یہ مقدس خواتین جو مسائل نہ بتا سکتیں، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ کر بتا دیتیں۔ اس طرح آپ نے ہر ممکن طریقے سے خواتین اسلام میں فکری اور علمی شعور بیدار کیا۔

(۳) حکومت کی ذمہ داری

مسلم معاشرے میں تعلیم و تربیت کو فروغ دینا مسلم حکومتوں کی بھی ذمہ داری ہے، جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

کلکُمْ راع و کلکُمْ مسئول عن رعیتہٖ.(۶۹)

تم میں سے ہر شخص ذمہ دار اور جواب دہ ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی ذمہ داری کے متعلق پوچھا جائے گا۔

یہ حدیث مبارکہ ایک جامع حدیث ہے، جس میں جہاں خاندان کی ذمہ داریوں کی طرف اشارہ ملتا ہے وہاں حکمرانوں اور حکومت کی ذمہ داریوں کا اظہار بھی بڑا نمایاں ہے، گویا اخلاقی اور فکری تعلیم و تربیت کا ماحول فراہم کرنا اسلامی حکومت کا بنیادی فریضہ ہے۔

اس اصول کی عملی صورت عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے دور میں نظر آتی ہیں۔

عہد نبوی میں محدود وسائل کے باوجود آپ نے تعلیم و تربیت کے سلسلے کو جس طرح عام کیا، مسجد نبوی میں قائم ''عظیم یونیورسٹی'' صفہ اور مدینہ منورہ کی دوسری مساجد میں قائم تعلیمی ادارے اس کی عمدہ مثالیں ہیں۔ خلفائے راشدین، بالخصوص حضرت عمر فاروق ؓ کے زمانے میں جہاں مرکز حکومت کی طرف سے صوبے کے حاکم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(Governers)، قاضی (Judges) اور محصل (Collectors) کا تقرر ہوتا تھا، اسی طرح اس علاقے کے لیے صدر معلم بھی مقرر ہوتا تھا، نامور محدث ابن سعد نے طبقات ابن سعد میں کوفہ کے متعلق یہ واقعہ لکھا ہے کہ اس شہر کی آبادکاری کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے اس شہر کو تعلیم و تربیت مہیا کرنے کے لیے دس افراد کی ایک جماعت کو ارسال فرمایا۔ جس میں حضرت عبداللہؓ بن مسعود جیسے لوگ بھی شامل تھے،(۷۰) اس طرح دمشق میں انہوں نے حضرت ابوالدرداؓ، کو مامور کیا تھا، اس بابرکت عہد میں مسلمانوں کی ہر مسجد تعلیم و تربیت کا ادارہ تھی اور وہاں پنجگانہ نمازوں کے علاوہ نوشت وخواند اور فنون حربیہ کی خصوصی تعلیم و تربیت بھی دی جاتی تھی۔

حضرت عمر فاروق کے عہد خلافت کا یہ واقعہ بے حد معروف ہے کہ انہوں نے ایک صحابی کو اس بات پر مامور فرمایا تھا کہ وہ قبائل کا دورہ کریں اور جس شخص کو قرآن کریم نہ آتا ہو، اس کو موقع پر ہی سزا دیں۔ اس طرح تعلیمات نبویہ کی رو سے اسلامی حکومت اپنے باشندوں کو بنیادی ضروری تعلیم (Primery Education) بلامعاوضہ مہیا کرنے کی پابند قرار پاتی ہے۔

(۳) تحصیل علم میں کتابت کی اہمیت

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ تعلیمات سے تعلیم و تربیت کے جن آداب کا ذکر ہے، ان میں تحریر و کتاب کی اہمیت بھی شامل ہے ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ ذاتی طور پر قلم و قرطاس کا استعمال نہیں جانتے تھے، کیونکہ یہ بات منصب نبوت کے شایان نہ تھی، تاہم آپ نے تحصیل علم اور اس کی اشاعت کے لیے جو انقلابی احکام عطا فرمائے ان میں قلم اور کاغذ کے استعمال کا حکم بھی شامل ہے، قرآن کریم میں قلم کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے:

عَلَّمَ بِالْقَلَم o عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَم ...... (۷۱)

اس نے قلم کے ذریعے تعلیم دی، انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ...... (۷۲)

نٓ قسم ہے قلم کی اور جو اس کی جو وہ لکھتے ہیں۔

جبکہ سورۂ طور میں تحریر و کتابت کی اہمیت ان الفاظ میں واضح کی گئی ہے:

وَالطُّوْرِ وَ كِتَبٍ مَّسْطُوْرٍ o فِيْ رَقٍ مَنْشُوْرٍ ...... (۷۳)

طور کی قسم اور کتاب کی جو لکھی ہوئی ہے، کشادہ اوراق میں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان تمام مقامات میں امت مسلمہ کو علمی اور فکری دنیا میں تحریر و کتابت کی اہمیت کی طرف متوجہ کیا گیا ہے، جس کی وضاحت ہمیں احادیث میں ملتی ہے۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''قلم'' کی اہمیت و ضرورت کو وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

قیدو العلم بالکتابة...... (۷۴)

علم کو کتابت (تحریر) کے ساتھ مقید کرو۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک انصاری صحابیؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کی باتیں سنتا ہوں، مجھے اچھی لگتی ہیں مگر مجھے وہ باتیں یاد نہیں رہتیں، اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

استعن بیمنک واوما بیدہ للحفظ...... (۷۵)

اپنے دائیں ہاتھ سے مدد لو اور آپؐ نے یاد رکھنے کے لیے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات پر بعض صحابہ کرامؓ نے فوری طور پر عمل شروع کر لیا تھا، چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ اپنے دوست حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے متعلق فرماتے ہیں:

انه کان یکتب ولا اکتب ...... (۷۶)

(انہیں مجھ سے زیادہ حدیثیں یاد تھیں) اس لیے کہ وہ لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔

تعلیم و تعلم کی دنیا میں ''قلم'' کا استعمال اتنا انقلاب آفریں اقدام ہے کہ اگر اسے مادی دنیا میں ''پہیے کی دریافت'' سے تشبیہ دی جائے تو بجا ہوگا، حقیقت یہ ہے کہ آج علمی اور فکری دنیا میں جو ترقی نظر آ رہی ہے یہ سب اسی انقلابی اقدام ہی کی بدولت ہے، جس کا حکم ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے امت مسلمہ میں تحصیل و اشاعت علم کے لیے عطا فرمایا تھا...... اس بابرکت اقدام کا ہی یہ اثر تھا کہ اس سے دنیا کی علمی تاریخ کا نقشہ بدل گیا، وہی عرب جن کی ادبی اور علمی تاریخ میں اسلام سے قبل کسی ایک کتاب کا سراغ تک نہیں ملتا، دنیا کی تاریخ، ادب، سیاست، عمرانیات اور دیگر علوم و فنون پر چھا گئے اور انہوں نے نہ صرف اپنی تاریخ کو محفوظ کیا، بلکہ دنیا کی تاریخ کو بھی محفوظ و مدون کیا اور ابتدائی ادوار کی تاریخ کے لیے آج دنیا انہی مسلمان اہل علم کی تحقیقات اور انہی کی تحریروں پر اعتماد کرنے پر مجبور ہے۔

پھر ''قلم'' کے استعمال یا تحریر و کتابت کے حکم سے مراد خالی قلم (Pen) کا استعمال ہی نہیں، بلکہ اس سے علم (Knowledge) محفوظ ہوتا ہے تو دوسری جانب اس سے لکھنے والے کے تجربہ و مہارت علمی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں اضافہ ہوتا ہے......اسی طرح رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا کردہ اس حکم کی تصنیف کتب سے لے کر ان کی طباعت تک اور ان کے ہاتھ سے لکھنے سے لے کر ٹائپ رائٹر اور کمپیوٹر کمپوزنگ (Composing) تک کے تمام طریقے اور مراحل آ جاتے ہیں، جن سے دنیا میں علمی اور فکری طور پر انقلاب پیدا ہوا۔

علاوہ ازیں ماہرین کا اس بات پر بھی اتفاق و اجماع ہے کہ ہاتھ کی انگلیوں (Fingers) کا انسانی دماغ کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے اور جو بات رٹنے بہت سے کافی دیر کے بعد یاد ہوتی ہے، وہ لکھنے سے بہت جلد ازبر ہو جاتی ہے۔ جیسے کہ نبی اکرمؐ نے اس کی طرف اشارہ کیا تھا۔ اس لیے اس حدیث سے تعلیم کے لیے تختہ سیاہ (Black Board) سے لے کر کمپیوٹر تک کے استعمال کی ہدایت ثابت ہوتی ہے۔

(۴) نظریہ امتحان:

عصر حاضر میں امتحانات کا نظام (System of Examination) جس انتشار اور بدنظمی کا شکار ہے وہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہ موجودہ تعلیمی نظام از کار رفتہ ہو چکا ہے اور اگر اس کی اصلاح نہ کی گئی تو خطرہ ہے کہ اس سے تعلیم کا نور پھیلنے کے بجائے جہالت کے اندھیرے پھیلیں گے اور پڑھے لکھے لوگوں کی جگہ ''ان پڑھ ڈگری یافتہ'' لوگ علمی اور تنظیمی عہدوں پر مسند نشین ہو جائیں گے۔ بنیادی طور پر تعلیم کی دنیا میں امتحان و اختبار کو یہ سعادت حاصل ہے کہ اس کی تعلیم و تاکید خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پاکیزہ تعلیمات کے ذریعے فرمائی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے امتحان کی اہمیت اجاگر کرنے کے لیے ایک مستقل سورۃ الممتحنۃ (امتحان لی گئی عورت) نازل فرمائی اور اس میں ارشاد فرمایا:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا جَاءَ كُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ......(۷۷)

اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مومن عورتیں وطن چھوڑ کر آئیں تو ان کی آزمائش کر لیا کرو اور اللہ تو ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے، سو اگر تم کو معلوم ہو کہ وہ مومن ہیں تو ان کو کفار کے پاس نہ بھیجو۔

یہاں اگرچہ اس بات کی وضاحت اور صراحت نہیں ہے کہ ان خواتین سے یہ امتحان کس طرح لیا جاتا تھا، تاہم حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ان سے اس موقعہ پر ان کے (سابقہ) خاوند کے متعلق پوچھا جاتا تھا، نیز اس بات کی تحقیق کی جاتی تھی کہ آیا وہ کسی مرد کی محبت میں گرفتار ہو کر تو یہاں نہیں آئیں؟ اور نہ ہی محض کسی دوسری سرزمین کی طرف نقل مکانی کے لیے آئی ہیں اور نہ ہی کوئی خاص واقعہ (بجز اسلام) کے ان کے لیے یہاں آنے کا محرک ہوا ہے (۷۸)، صاف ظاہر ہے کہ یہ امتحانی زبانی (شفوی: Oral) نوعیت کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوتا تھا،لیکن اس سے نظریہ امتحان(Concept of Examination) کا اثبات ہوتا ہے،علاوہ ازیں احادیث میں اس طرح کے متعدد واقعات ملتے ہیں،جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے شاگردوں،یعنی صحابہ کرامؓ کے علم،ان کے تجربے اوران کی اہلیت ولیاقت کو پرکھنے کے لیے،ان سے مختلف قسم کے سوالات پوچھتے تھے،چنانچہ امام بخاریؒ نے اپنی الجامع الصحیح میں ایک مستقل باب قائم کیا ہے،جس کا عنوان ہے:

طرح الامام المسألة علی الناس لیختبر ما عندھم من العلم...... (۷۹)

امام کا اپنے شاگردوں کے سامنے کوئی مسئلہ رکھنا تا کہ وہ ان کے علم وفضل کو پرکھ سکے۔

بعدازاں اس باب میں انہوں نے حسب ذیل واقعہ بیان کیا ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا:

''بے شک ایک درخت ایسا ہے کہ جس کا کوئی پتہ نہیں گرتا اور وہ مسلمان کی طرح ہے، بتاؤ تو وہ کون سا درخت ہے؟اس پر صحابہ کرامؓ جنگل کے درختوں میں پڑ گئے (عبداللہ) کہتے ہیں کہ میرے دل میں یہ بات آئی کہ وہ کھجور کا درخت ہے (مگر میں نے ازراہ ادب نہیں کہا) صحابہؓ نے کہا یارسول اللہ وہ کون سا درخت ہے،آپؐ نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے''......(۸۰)

علاوہ ازیں قرآن کریم میں یتیم کے بالغ ہونے پر اس سے امتحان لینے (ابتلاء) کا ذکر کیا گیا ہے، ارشاد مبارک ہے:

وَابْتَلُوا الْيَتَامٰى حَتّٰى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ......(۸۱)

اور یتیموں کو بالغ ہونے تک (کام کاج کے ذریعے) آزماتے رہو،پھر اگر بالغ ہونے پر تم ان کی عقل میں پختگی دیکھو تو ان کا مال ان کے سپرد کردو۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں نامور مفسر قاضی محمد ثناءاللہ پانی پتیؒ لکھتے ہیں:

''یعنی بلوغ سے پہلے ان کی عقلوں کا امتحان لو،اس طرح کہ تم ان کو تھوڑا سا مال دو تا کہ وہ اسے اپنی مرضی سے خرچ کریں اوران کی ذہنی حالت کا پتہ چل جائے اور وہ سوجھ بوجھ والا ہو تو اس کی سمجھ بوجھ ظاہر ہوجائے گی''......(۸۲)

یہ گویا عملی امتحان کی طرف اشارہ ہے،اس طرح ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں امتحان کے مختلف طریقوں کا ذکر نظام تعلیم میں ان کی اہمیت کا غماز ہے۔تاہم یہ امر بحث طلب ہے کہ امتحان کے لیے کون سا طریقہ زیادہ بہتر ہے؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہمارے خیال میں مذکورہ احادیث اور قرآنی آیات سے حسب ذیل طریقوں کی نشاندہی ہوتی ہے:

(الف) امتحان کے لیے بہت وسیع (Net Work) قائم کرنے کے بجائے اسے اداروں اور ان کے دیانت دار اور ذمہ دار اساتذہ کی امانت و دیانت کے حوالے کیا جائے۔ جو مذکورہ بالا دونوں طریقوں سے طالب علموں کا امتحان لیں اور نتائج مرتب کر کے مرکزی ادارے یا بورڈ (Board) کو ارسال کردیں۔

اس سلسلے میں زیادہ بہتر ہوگا کہ اساتذہ اپنے طالب علموں کا زبانی (Oral) امتحان بھی لیں اور تحریری (Writen) بھی۔ اور زیادہ مناسب ہو کہ یہ امتحان ساتھ ساتھ ہوتا رہے۔ جس طرح کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کا امتحان (اختبار) ساتھ ساتھ لیتے رہتے تھے، تاہم اسے حسب ضرورت کسی مدت (مہینہ دو یا تین مہینے) کی مدت تک وسیع کیا جاسکتا ہے۔

(ب) تعلیم کے مطابق طالب علموں کا عملی امتحان بھی لیا جائے جس کے لیے ماہرین کے مشورے سے کوئی نظام وضع کیا جاسکتا ہے۔ امتحانات کا یہ طریقہ جو مذکورہ قرآنی آیات و احادیث نبوی سے ماخوذ ہے، موجودہ زمانے کے (Semester System) کے زیادہ قریب ہے۔

(۵) سفر (Travel) برائے تحصیل علم

علم ایک سمندر ہے جو کسی خاص علاقے تک محدود نہیں ہے، لہٰذا اس سے استفادہ کے لیے اپنے مخصوص علاقے سے باہر نکلنا ضروری ہے۔ اس سے علم میں عالمگیریت کا تصور پیدا ہوتا ہے اور مسلمانون نے جو یونیورسٹیاں (جامعات) قائم کیں وہ علم کے اسی بین الاقوامی تصور پر مبنی تھیں، چنانچہ علم میں عالمگیریت (Universalism) کی شان پیدا کرنے کے لیے ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو اس کے لیے سفر (رحلۃ Traveling) کا حکم دیا۔

قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک ایسے شخص کی طرف سفر کر کے جانے کا ذکر کیا گیا ہے، جسے علم الدنی عطا ہوا تھا...... چنانچہ ارشاد ہے:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا......(۸۳)

اور جب موسیٰ نے اپنے شاگرد سے کہا کہ جب تک دریاؤں کے ملنے والی جگہ میں نہ پہنچ جاؤں میں ہٹنے کا نہیں، خواہ برسوں چلتا رہوں۔

یہ سفر خالصتاً تحصیل علم کے لیے تھا۔ اسی طرح سورۃ توبہ میں جہاں علم میں گہری مہارت (Specialization) پیدا کرنے کی ہدایت کی گئی ہے، اس کے آخر میں ہے:

وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ......(۸۴)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور جب وہ اپنی قوم کی طرف واپس آئیں تو ان کو ڈرائیں۔

یہاں رجعوا کا فاعل دین میں مہارت پیدا کرنے اور تفقہ حاصل کرنے والے لوگ ہیں، جس سے تحصیل علم کے لیے سفر کے نظریئے کا اثبات ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں متعدد ارشادات نبوی میں بھی اس کی اہمیت کی طرف واضح اشارات ملتے ہیں، مثلاً ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

من سلک طریقاً یلتمس فیه علما سهل الله له طریقاً الی الجنة...... (۸۵)

جو شخص کوئی ایسا راستہ چلا جس پر چل کر وہ علم حاصل کرنا چاہتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرمائیں گے۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے:

ما من خارج خرج من بیته فی طلب العلم الا وضعت الملائکة اجنحتها رضابما یصنع...... (۸۶)

جب کوئی شخص تحصیل علم کے لیے اپنے گھر سے نکلتا ہے تو فرشتے اس کے سامنے اس کے اس فعل پر اظہار رضا مندی کے لیے اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔

ایک اور موقع پر آپؐ نے صحابہؓ کو دور دراز سے آنے والے طالب علموں کی (اور ضمنی طور پر تحصیل علم کے لیے رحلہ) کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

سیاتیکم اقوام العلم فاذا رأیتموهم فقولو لهم مرحبا، مرحباً بوصیة رسول الله صلی الله علیه وسلم......(۸۷)

عنقریب تمہارے پاس لوگ تحصیل علم کے لیے آئیں گے جب تم انہیں دیکھو تو تم ان سے کہو خوش آمدید تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مصداق ہو۔

چنانچہ نامور صحابی حضرت جابر بن عبداللہ ایک دوسرے صحابی حضرت عبداللہ بن انیسؓ سے محض ایک حدیث سیکھنے کے لیے مصر گئے اور حدیث سن کر فوراً واپس آ گئے...... (۸۸) اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ تحصیل علم کے لیے مختلف صحابہ کرامؓ کے دردولت پر بہ نفیس نفیس حاضری دیتے، یہی واقعہ دیگر صحابہ کرامؓ کے متعلق بھی ملتا ہے، جبکہ عہد تابعین میں تو اسے ایک مستقل عمل کے طور پر اہمیت حاصل ہو گئی تھی اور جب تک کوئی شخص تحصیل علم کے لیے سفر نہ کر لیتا، اس وقت تک اس کے علم کو نامکمل تصور کیا جاتا تھا، رحلہ یا سفر کے اس نظریئے سے نہ صرف یہ کہ علم میں وسعت اور عالمگیریت پیدا ہوتی ہے، بلکہ اس سے مسلمانوں کے مابین خوشگوار مراسم بھی قائم ہوتے ہیں اور محدود فکر اور متعصب معاشروں کے بجائے ایک بین الاقوامی اور غیر متعصب معاشرہ وجود میں آتا ہے۔

عصر حاضر میں خصوصاً السنۃ اور علوم شرعیہ پڑھنے والوں کے لیے اس اصول پر عمل کی اشد ضرورت ہے، تاکہ ان کے علم وفکر میں وسعت کے ساتھ گہرائی بھی پیدا ہو۔ اور وہ علم میں حقیقی طور پر جامعیت کے حامل ہوں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حوالہ جات وحواشی

۱۔ مسلم (کتاب الدعوات، باب ۱۱)، حدیث ۲۶۹۹/۸۔ مطبوعہ استانبول ۱۹۷۴ء۔

۲۔ ابن ماجہ، السنن، مطبوعہ دار الفکر، ۱۴۱۵ھ/1995ء، ۱۸۸/۱، حدیث ۲۲۷ (مقدمہ)۔

۳۔ البقرہ (۲۶۹/۲)۔

۴۔ احیاء علوم الدین، ۵۲/۱ (مطبوعہ قاہرہ)۔

۵۔ البقرہ (۲۵۵/۲)۔

۶۔ ایضاً (۳۲/۲)۔

۷۔ المائدہ (۴/۵)۔

۸۔ الزمر (۴۶/۳۹) والحشر (۲۲/۵۹)۔

۹۔ دیکھیے الحجر (۲۵/۱۵، ۵۳، و۸۶)۔

۱۰۔ المائدہ (۱۰۹/۵)۔

۱۰الف۔ ابن ماجہ، السنن، ۱۰۵/۱، حدیث ۲۵۲، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت۔

۱۰ب۔ ایضاً، حدیث ۲۵۳/۳۔

۱۱۔ الفاطر (۲۸/۳۵)۔

۱۲۔ الدارمی، مقدمہ (حدیث ۲۷)۔

۱۳۔ البخاری، (کتاب العلم)۔

۱۴۔ الحجرات (۱۳/۴۹)۔

۱۵۔ البقرہ (۳۸/۳۔۳۹)۔

۱۶۔ الشمس (۹/۹۱)۔

۱۷۔ الاعلیٰ (۱۴/۸۷)۔

۱۸۔ البقرہ (۳۰۱/۲۔۳۰۲)۔

۱۹۔ الترمذی) کتاب الاستئذان، (باب ۲۲)۔

۲۰۔ الانفال (۶۰/۸)۔

۲۱۔ البقرہ (۱۵۱/۲)۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲۲۔ الشمس (۹۱/۷۔۸)۔

۲۳۔ الاعراف (۷/۱۸۵)۔

۲۴۔ العنکبوت (۲۹/۲۰)۔

۲۵۔ العلق (۹۶/۱۔۵)۔

۲۶۔ طہ (۲۰/۱۱۴)۔

۲۷۔ البقرہ (۲/۹۱۹۴)۔

۲۸۔ الانفال (۸/۲۸) نیز دیکھیے بمع اشاریہ محمد فواد عبدالباقی، معجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم، بذیل مادہ علم۔

۲۹۔ ابن ماجہ، السنن، ۱/۶۸۔۸۷ (مقدمہ، باب ۱۷)۔

۳۰۔ الدارمی، السنن، مقدمہ، حدیث ۲۴۔

۳۱۔ ایضاً۔

۳۲۔ التوبہ (۹/۱۲۲)۔

۳۳۔ شبلی نعمانی: سیرت فاروق اعظم (بامداد واشاریہ)

۳۴۔ الراغب الاصفہانی، مفردات، ص ۳۹۷ طبع ندیم مرعشلی، تہران۔

۳۵۔ طہ (۲۰/۱۱۴)۔

۳۶۔ یوسف (۱۲/۷۶)۔

۳۷۔ المائدۃ (۵/۶۷)۔

۳۸۔ البخاری، ۱/۱۵۷۔۱۵۸ (کتاب العلم، باب ۹)، حدیث ۱۷، یہاں دوسروں تک پہنچانے کی علت بھی بیان کی گئی ہے، جو یہ فرمایا کہ ہوسکتا ہے، جس تک یہ بات پہنچے وہ اس کے پہنچانے والے سے اسے زیادہ محفوظ رکھ سکے۔

۳۹۔ البقرہ (۲۱/۲۶۹)۔

۴۰۔ البخاری، ۱/۱۵؛ (کتاب العلم، باب ۱۰: **العلم قبل القول**)۔

۴۱۔ الانعام (۶/۵۲)۔

۴۲۔ الکہف (۱۷/۲۸)۔

۴۳۔ الترمذی (کتاب الرقاق)۔

۴۳الف۔ دیکھیے تاریخ التشریع الاسلامی از محمد الخضری، مطبوعہ ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۶ء، قاہرہ ص ۱۵۴، نیز دیکھیے یاقوت، معجم البلدان، بذیل مادہ خراسان۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۴۴۔ البقرہ (۲۲۸/۲)۔

۴۵۔ الحجرات (۱۳/۴۹)۔

۴۶۔ النسائی، السنن۔

۴۷۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، مقالہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم در اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۳۱/۱۹، بحوالہ ابن اسحاق (مخطوطہ، فاس، ص ۱۹۲)۔

۴۸۔ الترمذی ۴۱۹/۲ (ابواب الصلوۃ، باب ۳۸۸)، حدیث ۵۳۹۔

۴۹۔ البخاری ۱۹۵/۲ (کتاب العلم، باب ۳۶)، حدیث ۱۰۱۔

۵۰۔ البخاری ۱۸۸/۱ (کتاب العلم، باب ۳۰)، حدیث ۹۴۔

۵۱۔ البخاری ۱۹۷/۱ (کتاب العلم، باب ۳۵)، حدیث ۱۰۳۔

۵۲۔ البخاری ۲۲۸/۱ (کتاب العلم، باب ۵)۔

۵۳۔ ایضاً، ۲۲۸/۱۔۲۲۹، حدیث ۱۳۰۔

۵۴۔ ابن حزم، جوامع السیرۃ، ص ۳۳۳، مطبوعہ گوجرانوالہ، بدوں تاریخ

۵۵۔ فتح الباری، ۱۹۰/۱۔ مطبوعہ بیروت۔

۵۶۔ ابن حجر، الاصابہ، ۶۱۸/۴۔ مطبوعہ بیروت ۱۹۵۵ء

۵۷۔ تفسیر مظہری، ۵۱/۲/۱۔ مطبوعہ دہلی ۱۹۵۳ء

۵۸۔ تفسیر مظہری، ۱۱۳/۶۔۱۱۴۔

۵۹۔ المجادلہ، (۱/۵۸) اور اس کی تفاسیر۔

۶۰۔ البخاری (کتاب التفسیر: ۱/۵۸)۔

۶۱۔ التحریم (۶/۶۶)۔

۶۲۔ الترمذی (کتاب البر والصلہ، باب ۳۳، ابن حنبل، مسند، ۴۱۲/۳، ۷۷/۴)۔ مطبوعہ قاہرہ۔

۶۳۔ الترمذی، ۳۷/۷، کتاب البر والصلہ، باب ۳۳، حدیث ۱۹۵۲، احمد بن حنبل، مسند ۹۶/۵، ۱۰۲۔

۶۴۔ ابن ماجہ، ۳۹۵/۲، کتاب الادب، باب ۳: (برالوالد والاحسان الی البنات، حدیث ۳۹۵۔

۶۵۔ احمد بن حنبل، ۲۳۸/۵۔

۶۶۔ ابو داؤد، السنن، (کتاب الادب، باب (۱۳)، الترمذی، ۳۲۰/۴، (کتاب البرّ والصلہ، باب ۱۳)، حدیث ۱۹۱۶۔

۶۷۔ البخاری، ۱۹۰/۱ (کتاب العلم، باب ۳۱)، حدیث ۹۷۔

۶۸۔ فتح الباری، ۱۹۰/۱۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۶۹۔ طبقات ابن سعد، ۵/۵۔ مطبوعہ دار صادر، بیروت
۷۰۔ العلق (۹۶/۴۔۵)۔
۷۱۔ القلم (۶۸/۱)۔
۷۲۔ الطّور (۵۲/۱)۔
۷۳۔ البخاری، ۱/۲۰۴ (باب ۳۹)۔
۷۴۔ الترمذی، ۵/۳۹ (کتاب العلم، باب ۱۲) حدیث ۲۶۶۶۔
۷۵۔ الترمذی، ۵/۴۰ (کتاب العلم، باب ۱۲) حدیث ۲۶۶۸۔
۷۶۔ الممتحنہ (۶۰/۱۰)۔
۷۷۔ تفسیر مظہری، ۹/۲۶۳۔۲۶۴۔
۷۸۔ البخاری، کتاب العلم، باب ۵۔
۷۹۔ البخاری، (۱/۱۱۷۔۱۴۸)، باب ۵، حدیث ۶۲۔
۸۰۔ النساء، (۴/۶)۔
۸۱۔ تفسیر مظہری، ۲/۱:۳۔
۸۲۔ کہف (۱۸/۶۰)۔
۸۳۔ التوبہ (۹/۱۲۲)۔
۸۴۔ مسلم کتاب الدعوات، باب ۱۱، حدیث ۲۶۹۹ (۳۸)۔
۸۵۔ ابوداؤد، ۴ (کتاب العلم، باب الحث علی العلم) حدیث ۳۶۴۱۔
۸۶۔ ابن ماجہ، ۱/۸۶ (مقدمہ، حدیث ۲۲۳)؛ مسند احمد، حدیث ۱۸۱۱۵، جلد ۶۔
۸۷۔ ابن حجر العسقلانی، الاصابہ ۲/۲۷۹ (ذکر عبداللہ بن انیس)، عدد ۴۵۵۰۔
۸۸۔ الاصابہ، ذکر عبداللہ بن عباس، مطبوعہ بیروت (لبنان) (۲/۳۳۰۔۳۳۴)۔

© rasailojaraid.com